Publisher: Faculty of Arabic & Islamic Studies
Allama Iqbal Open University, Islamabad
Website: https://ojs.aiou.edu.pk/index.php/jmi
Vol.25 Issue: 02 (July – December 2026)
Date of Publication: 30- December 2026
HEC Category, **Y**: (2026-2027)

eISSN: 2664-0171,
pISSN: 1992-8556

معارفِ اسلامی

Title	عصرِ حاضر میں خود پسندی اور احساسِ برتری کا رجحان: اسلامی اخلاقیات کی روشنی میں اسباب، اثرات اور تدارک کا تجزیاتی مطالعہ
Authors & Affiliations	Muhammad Imran Iqbal MS Scholar, Islamic Business & Finance, Riphah International University, Pakistan. *imraniqballashari@gmail.com* Kashif Shafeeq PhD Research Scholar, Islamic Studies (Dawah and Islamic Culture), International Islamic University Islamabad. *mkashifrajpoot80@gmail.com*
Dates	***Received :*** 28-**0**7-202**6** ***Accepted:*** 05-10-20**26** ***Published:*** 20-11-2026
Page	***39-57***
Citation	
Copyright	
Publisher	Faculty of Arabic & Islamic Studies, Allama Iqbal Open University, Islamabad, Pakistan https://aiou.edu.pk/

Indexing & Abstracting Agencies

IRI(AIOU)	HJRS(HEC)	Tehqiqat	Asian Indexing	Research Bib	Atla RDB	SIS
Islamic Research Index	HJRS HEC Journal Recognition System	تحقیقات	Asian Research Index	Academic Resource Index ResearchBib	ATLA Religion Database	SIS

عصرِ حاضر میں خود پسندی اور احساسِ برتری کا رجحان: اسلامی اخلاقیات کی روشنی میں اسباب، اثرات اور تدارک کا تجزیاتی مطالعہ

The Trend of Self-Admiration and the Sense of Superiority in the Contemporary Era: An Analytical Study of Causes, Effects, and Remedies in the Light of Islamic Ethics

Abstract

This study examines the growing tendencies of self-admiration and a sense of superiority in the contemporary era the perspective of Islamic ethics. It aims to identify their major causes, examine their effects on individuals and society, and explain Islamic principles and practical measures for their prevention and correction. The study also distinguishes between legitimate self-confidence and morally problematic self-admiration. The study adopts an analytical research methodology based on the study and analysis of relevant Qur'anic verses, Prophetic traditions, classical Islamic works on ethics and purification of the soul, and selected contemporary literature. The study finds that self-admiration and a sense of superiority are closely related but distinct moral problems. Self-admiration involves an exaggerated perception of one's qualities, knowledge, worship, or achievements, while superiority involves considering oneself better than others and treating them as inferior. Contemporary factors such as the desire for status and fame, material success, excessive praise, inadequate moral training, digital self-display, and increasing self-centeredness may contribute to these tendencies. Their effects include reduced self-correction, difficulty in accepting advice, disrespect for others, weakened social cooperation, and unhealthy relationships. Islamic ethics offers effective measures for their correction through knowledge of Allah, recognition of divine blessings, self-accountability, humility, acceptance of truth, gratitude, purification of the soul, and service to others. The novelty of this study lies in examining these interconnected ethical problems within the contemporary social context through an integrated analysis of their causes, individual and social effects, and individual

and collective remedies, while also relating classical Islamic ethical principles to contemporary manifestations such as digital self-display.

Keywords: Self-Admiration, [1] Superiority, Self-Purification, Self-Confidence, Contemporary Society.

تمہید

انسانی شخصیت کی تعمیر میں اخلاقی اقدار کو بنیادی حیثیت حاصل ہے۔ انسان کا علم، صلاحیت، مال، منصب اور دیگر ظاہری کامیابیاں اس وقت حقیقی فائدے کا ذریعہ بنتی ہیں جب ان کے ساتھ عاجزی، شکر اور دوسروں کے احترام کا جذبہ موجود ہو۔ اس کے برعکس جب انسان اپنی خوبیوں اور کامیابیوں کو حد سے زیادہ اہم سمجھنے لگے اور اپنے آپ کو دوسروں سے بہتر تصور کرے تو اس کے رویے میں خود پسندی اور احساسِ برتری پیدا ہو سکتا ہے۔ یہ دونوں رویے صرف فرد کی اخلاقی حالت کو متاثر نہیں کرتے بلکہ اس کے معاشرتی تعلقات پر بھی اثر انداز ہوتے ہیں۔

اسلامی اخلاقیات انسان کو اپنی ذات کی حقیقت سمجھنے، اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو اس کی عطا قرار دینے اور اپنے نفس کا جائزہ لیتے رہنے کی تعلیم دیتی ہے۔ قرآن مجید انسان کو اس کی اصل اور انجام کی طرف متوجہ کرتا ہے اور تکبر و غرور سے بچنے کی ہدایت دیتا ہے۔ اسی طرح رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات میں عاجزی، دوسروں کے احترام، حق بات قبول کرنے اور لوگوں کو حقیر نہ سمجھنے پر زور دیا گیا ہے۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ اسلام میں شخصیت کی مضبوطی کا مطلب دوسروں کو کم تر سمجھنا نہیں بلکہ اپنی صلاحیتوں کو اللہ تعالیٰ کی عطا سمجھتے ہوئے انہیں درست مقصد کے لیے استعمال کرنا ہے۔

عصرِ حاضر میں خود پسندی اور احساسِ برتری کی صورتیں بھی تبدیل ہوئی ہیں۔ مادی کامیابی، سماجی مقام، شہرت، ظاہری حسن اور دوسروں سے تعریف حاصل کرنے کی خواہش کے ساتھ ڈیجیٹل ذرائع ابلاغ نے خود نمائی کے نئے مواقع پیدا کیے ہیں۔ انسان اپنی کامیابیوں، صلاحیتوں اور طرزِ زندگی کو دوسروں کے سامنے نمایاں کرنے کی کوشش کر سکتا ہے۔ اگر یہ رویہ اعتدال سے تجاوز کرے تو انسان کی توجہ اپنی اصلاح کے بجائے دوسروں پر اپنی برتری ثابت کرنے کی طرف منتقل ہو سکتی ہے۔ تاہم ہر قسم کی خود نمائی کو خود پسندی قرار دینا بھی درست نہیں؛ اس لیے اس موضوع میں اخلاقی رویے اور جائز خود اعتمادی کے درمیان فرق کو واضح کرنا ضروری ہے۔

خود اعتمادی دراصل انسان کا اپنی صلاحیتوں پر مناسب اعتماد ہے، جبکہ خود پسندی میں انسان اپنی خوبیوں کو ضرورت سے زیادہ اہم سمجھنے لگتا ہے۔ اسی طرح احساسِ برتری اس وقت پیدا ہوتا ہے جب انسان اپنی ذات یا کسی خاص خوبی کی بنیاد پر دوسروں کو کم تر سمجھنے لگے۔ اسلامی اخلاقیات میں مطلوب رویہ نہ احساسِ کمتری ہے اور نہ خود پسندی، بلکہ اعتدال، عاجزی اور اپنی صلاحیتوں کے درست استعمال پر مبنی شخصیت ہے۔

زیرِ نظر مطالعہ اسی تناظر میں عصرِ حاضر میں خود پسندی اور احساسِ برتری کے رجحان کا تجزیہ پیش کرتا ہے۔ اس میں پہلے ان دونوں اخلاقی رویوں کے مفہوم اور خود اعتمادی سے ان کے فرق کو واضح کیا گیا ہے، پھر اسلامی اخلاقیات میں تواضع، انکساری اور اعتدالِ نفس کی اہمیت کو بیان کیا گیا ہے۔ اس کے بعد ان رجحانات کے اہم اسباب، فرد اور معاشرے پر ان کے اثرات اور اسلامی تعلیمات کی روشنی میں ان کے تدارک کے طریقوں کا جائزہ لیا گیا ہے۔ اس تجزیے کا مقصد صرف اخلاقی خرابیوں کی نشاندہی کرنا نہیں بلکہ ایسے اصول واضح کرنا ہے جو فرد کی اخلاقی اصلاح اور معاشرتی تعلقات کی بہتری میں معاون ثابت ہو سکتے ہیں۔

خود پسندی (عُجب) کا مفہوم

عربی زبان میں عُجب (عین پر ضمہ کے ساتھ) کے بنیادی معنی زہو، غرور، خود پسندی اور اپنی ذات یا اپنی کسی صفت پر اترانے کے ہیں۔ ابن منظور لکھتے ہیں: **العُجْبُ بالضم: الزَّهْوُ والكِبْرُ، ورجلٌ مُعْجَبٌ: مَزْهُوٌّ بما يكون منه حسنًا أو قبيحًا**، یعنی عُجب غرور و تکبر کو کہتے ہیں، جبکہ وہ شخص جو اپنے کسی قول یا فعل، خواہ اچھا ہو یا برا، پر اترائے، اسے مُعجَب کہا جاتا ہے۔ اسی طرح بعض اہل لغت نے عُجب کو حماقت کے ایک ایسے حصے سے تعبیر کیا ہے جو انسان کو خود پسندی کی طرف لے جاتا ہے۔[2]

امام غزالی رحمہ اللہ عُجب کی جامع تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں: **العُجْبُ هو استعظامُ النعمةِ والركونُ إليها مع نسيانِ إضافتِها إلى المُنعِم**۔[3] یعنی عُجب یہ ہے کہ انسان کسی نعمت کو بہت بڑا سمجھے، اس پر تکیہ کرے اور اس نعمت کو اس کے حقیقی عطا کرنے والے کی طرف منسوب کرنا بھول جائے۔ اس تعریف سے واضح ہوتا ہے کہ عُجب محض اپنی خوبی کو محسوس کرنے کا نام نہیں، بلکہ اس وقت مذموم باطنی کیفیت بنتا ہے جب انسان اپنی خوبی یا کامیابی کو اپنی ذاتی قابلیت کا نتیجہ سمجھ کر اللہ تعالیٰ کی عطا اور توفیق کو پسِ پشت ڈال دے۔

علامہ علی بن محمد الجرجانی رحمہ اللہ عُجب کو انسانی استحقاق کے غلط تصور سے تعبیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں: **العُجْبُ هو عبارةٌ عن تصوّرِ استحقاقِ الشخصِ رتبةً لا يكونُ مستحقًّا لها**۔[4] یعنی عُجب اس تصور کا نام ہے کہ انسان اپنے لیے کسی

ایسے مرتبے یا مقام کا استحقاق سمجھنے لگے جس کا وہ حقیقتاً مستحق نہیں۔ اس تعریف میں عُجب کا ایک اہم نفسیاتی پہلو سامنے آتا ہے، یعنی انسان اپنے مقام، قابلیت یا فضیلت کے بارے میں حقیقت سے بڑھا ہوا تصور قائم کر لیتا ہے۔ امام عبد اللہ بن المبارک رحمہ اللہ سے عُجب کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا: أن ترى أن عندك شيئًا ليس عند غيرك۔[5] یعنی عُجب یہ ہے کہ انسان یہ سمجھنے لگے کہ اس کے پاس ایسی کوئی چیز ہے جو دوسروں کے پاس نہیں۔ اس قول میں عُجب کے تقابلی پہلو کی طرف اشارہ ملتا ہے؛ چنانچہ انسان اپنی علمی، عملی، مالی یا دیگر خصوصیات کو اس انداز سے دیکھنے لگتا ہے کہ وہ اپنے آپ کو دوسروں سے ممتاز اور برتر سمجھنے لگتا ہے۔

ابو العباس القرطبی رحمہ اللہ بھی عُجب کی حقیقت کو انسان کے اپنے نفس کے بارے میں غیر متوازن تصور سے وابستہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں: **إعجابُ الرجلِ بنفسه هو ملاحظتُه لها بعينِ الكمالِ والاستحسانِ، مع نسيانِ منّةِ الله تعالى۔**[6] یعنی انسان کا اپنے نفس کو کمال اور پسندیدگی کی نظر سے دیکھنا، جبکہ اللہ تعالیٰ کے احسان کو بھول جانا، خود پسندی ہے۔ اس تعریف میں امام غزالی رحمہ اللہ کی بیان کردہ حقیقت کی مزید وضاحت ہوتی ہے کہ عُجب کا بنیادی مسئلہ اپنی خوبی کا ادراک نہیں بلکہ نعمت کے حقیقی منعم سے غفلت اور اپنے نفس کے بارے میں غیر متوازن تصور پیدا کرنا ہے۔ اسی مفہوم کو حارث محاسبی رحمہ اللہ سے منقول تعریف مزید واضح کرتی ہے کہ عُجب انسان کے اپنے علم و عمل کی طرف اس انداز سے متوجہ ہونے کا نام ہے کہ وہ اپنے نفس کی مدح کرنے لگے اور یہ بھول جائے کہ علم، عمل اور صلاحیت سمیت تمام نعمتیں اللہ تعالیٰ کی عطا ہیں۔[7]

عُجب کی سب سے جامع تعریف جو ان تمام تعریفات کا خلاصہ اور زُبدہ معلوم ہوتی ہے وہ ڈاکٹر کرنل محمد سرفراز محمدی سیفی (**زید مجدہ**) نے فرمائی، آپ اپنی کتاب **الأربعين في أمراض الطبيعة والوقاية من ھا** میں لکھتے ہیں: "خوبی اور کمال میں اللہ تعالیٰ کی عطاء کو فراموش کرتے ہوئے اپنی طرف سے سمجھنا اور ذھناً اور حالاً اپنے آپ کو اس کا مستحق سمجھنا۔ اللہ سُبُّوْحٌ قُدُّوْسٌ کے فضل سے خوش ہونے کی بجائے اپنی انفرادیت پر خوش ہونا عُجب (خود پسندی) کہلاتا ہے۔"[8]

اس تعریف میں کئی پہلو ہیں ہر ہر پہلو کا احاطہ کرنے سے اسکی تعریف مکمل ہوتی ہے۔ کسی خوبی کو اپنا حق سمجھنا، اس پر نازاں ہونا، کمال کو اپنی طرف منسوب کرنا جبکہ اصل حقیقت یہ ہے کہ ہر خوبی اللہ تعالی کی طرف سے ہے اور ہر کمی اور نقص بندے کے اپنے اعمال کا نتیجہ ہے جیسا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے۔ **مَآ اَصَابَكَ مِنْ حَسَنَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ وَ مَآ اَصَابَكَ مِنْ سَيِّئَةٍ فَمِنْ نَّفْسِكَ**[9] یعنی تجھے جو بھلائی پہنچے وہ اللہ کی طرف سے ہے اور جو برائی پہنچے وہ تیری اپنی طرف سے ہے۔ اب جس شخص کے اندر عُجب ہو گا اس کے نزدیک اللہ تعالیٰ کا فضل، اسکی ذات و عطا معدوم ہو گی یعنی کسی چیز میں وہ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع نہیں کرے گا اگر اسکی مرضی کی چیز میسر نہ ہو تو اسکے لیے یوں تڑپے گا جیسے وہ خود ہی اسکا مالک ہے اور اگر وہ چھن جائے تو اسکے چھننے سے اسے غصہ آتا ہے گویا اصل مالک کو فراموش کر دیا ہے اور خود مالک بن گیا ہے۔[10]

احساسِ برتری کا مفہوم

احساسِ برتری سے مراد انسان کا اپنی ذات، علم، عمل، صلاحیت، منصب یا کسی دوسری خصوصیت کے اعتبار سے خود کو دوسروں سے اعلیٰ اور فائق سمجھنا ہے۔ عربی علمی و اخلاقی لٹریچر میں اس مفہوم کے لیے **الاستعلاء، الترفع، رؤية النفس فوق الغير اور الشعور بالتميز والتفوق** جیسی تعبیرات استعمال ہوئی ہیں۔[11]

اصطلاحی اعتبار سے احساسِ برتری انسان کے باطن کی ایسی کیفیت ہے جس میں وہ اپنے کسی کمال، خوبی یا امتیاز کو دوسروں کے مقابلے میں زیادہ سمجھتا اور اس برتری کے تصور پر قلبی اطمینان محسوس کرتا ہے۔ اس کیفیت کا بنیادی عنصر محض کسی خوبی کا موجود ہونا نہیں، بلکہ اس خوبی کی بنیاد پر اپنے آپ کو دوسروں سے ممتاز اور بلند تر سمجھنا ہے۔[12]

حضرت عبد اللہ بن المبارک رحمہ اللہ نے اس مفہوم کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا:

أن ترى أن عندك شيئًا ليس عند غيرك۔[13]

یعنی انسان یہ سمجھنے لگے کہ اس کے پاس ایسی کوئی چیز یا صفت ہے جو دوسرے کے پاس نہیں۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ احساسِ برتری کی بنیاد اپنے اندر کسی امتیازی وصف یا کمال کا تصور پیدا کرنا ہے۔ امام حارث المحاسبی رحمہ اللہ نے نفس میں برتری اور عزت کی خواہش کو جاہ و مرتبہ کی طلب سے مربوط قرار دیتے ہوئے انسان کو اس بات سے روکا ہے کہ وہ اپنے آپ کو دل یا زبان سے لوگوں سے برتر سمجھے۔[14]

نفسیاتی و تربیتی اعتبار سے بھی انسان کے نفس میں دوسروں سے ممتاز ہونے کی خواہش ایک اہم عنصر ہے۔ التوازن التربوي وأهميته لكل مسلم میں اس کیفیت کو اس طرح بیان کیا گیا ہے کہ نفس کے لیے دوسروں سے امتیاز اور برتری کا احساس باعثِ مسرت، جبکہ ان کے مقابلے میں اپنے اندر کمی کا احساس باعثِ رنج ہوتا ہے۔[15] اسی طرح یاسر برہامی نے احساسِ برتری کی عملی صورت کو اس رویے سے تعبیر کیا ہے جس میں انسان اپنے آپ کو دوسروں سے بہتر اور بلند سمجھتے ہوئے دوسروں کی تحقیر کرنے لگتا ہے۔[16]

امام ابو الحسن الماوردی رحمہ اللہ نے بلند ہمتی اور فضیلت کے حصول کے مقاصد کو واضح کرتے ہوئے فرمایا:

الكبير الهمّة على الإطلاق من يتحرّى الفضائل لا لجاه ولا لثروة ولا للذّة، ولا لاستشعار نخوة واستعلاء على البريّة، بل يتحرّى مصالح العباد شاكراً بذلك نعمة الله ومُتَوَخِّيًا به مرضاة الله[17]

یعنی بلند ہمت انسان وہ ہے جو فضائل کو جاہ، دولت، لذت یا لوگوں پر نخوت و برتری جتانے کے لیے اختیار نہ کرے، بلکہ بندگانِ خدا کے مصالح کو پیشِ نظر رکھے، تاکہ اللہ کی نعمت کا شکر ادا ہو اور اس کی رضا حاصل ہو۔ اس قول سے واضح ہوتا ہے کہ فضیلت اور کمال کا حصول بذاتِ خود احساسِ برتری نہیں، بلکہ جب انسان اپنی خوبی یا فضیلت کو دوسروں پر استعلاء اور فوقیت جتانے کا ذریعہ بنائے تو یہ اخلاقی طور پر مذموم کیفیت اختیار کر لیتا ہے۔

لہٰذا احساسِ برتری کی جامع تعریف یہ ہے کہ انسان اپنے کسی کمال، صفت، علم، عمل، صلاحیت یا مقام کی بنا پر خود کو دوسروں سے ممتاز اور برتر سمجھے اور اس برتری کے تصور سے باطنی اطمینان حاصل کرے۔ اسلامی اخلاقی تربیت میں اس کیفیت کی اصلاح کے لیے تواضع، انکساری اور اعتدالِ نفس بنیادی اہمیت رکھتے ہیں۔

خود اعتمادی اور خود پسندی میں فرق

خود اعتمادی اور خود پسندی بظاہر ایک دوسرے سے مشابہ محسوس ہوتی ہیں، کیونکہ دونوں میں انسان اپنی صلاحیت، علم یا کسی خوبی سے واقف ہوتا ہے، تاہم ان دونوں کے رویے میں بنیادی فرق پایا جاتا ہے۔ خود اعتمادی سے مراد انسان کا اپنی صلاحیتوں اور استعداد کو حقیقت پسندانہ طور پر پہچاننا اور ان کے درست استعمال پر اعتماد رکھنا ہے، جبکہ خود پسندی میں انسان اپنی خوبی، عمل یا صلاحیت کو غیر معمولی اہمیت دے کر اس پر باطنی طور پر فخر و اطمینان محسوس کرنے لگتا ہے۔

اسلامی نقطۂ نظر سے خود اعتمادی کی درست صورت وہ ہے جس میں انسان اپنی صلاحیتوں کو اللہ تعالیٰ کی عطا سمجھتے ہوئے ان سے فائدہ اٹھائے، اسباب اختیار کرے اور اپنی ذمہ داری پوری کرنے کی کوشش کرے، لیکن کامیابی کو اپنی ذات کا مستقل کمال نہ سمجھے۔ قرآن مجید میں حضرت یوسف علیہ السلام کا یہ فرمان اسی حقیقت کی ایک مثال پیش کرتا ہے: قَالَ اجْعَلْنِي عَلَىٰ خَزَائِنِ الْأَرْضِ إِنِّي حَفِيظٌ عَلِيمٌ[18] (انہوں نے کہا: مجھے ملک کے خزانوں پر مقرر کر دیجیے، بے شک میں حفاظت کرنے والا اور علم رکھنے والا ہوں۔) اس آیت میں حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنی اہلیت اور صلاحیت کا ذکر کسی ذاتی تفاخر کے طور پر نہیں بلکہ ایک ذمہ داری کو انجام دینے کے لیے اپنی موزونیت واضح کرنے کے طور پر کیا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اپنی کسی حقیقی صلاحیت کا مناسب موقع پر اظہار بذاتِ خود خود پسندی نہیں ہے۔

اس کے برعکس خود پسندی میں انسان اپنی خوبی یا عمل کو اپنی ذات کے حوالے سے اس طرح دیکھنے لگتا ہے کہ اس میں اللہ تعالیٰ کی عطا اور توفیق کا شعور کمزور پڑ جاتا ہے۔ یہی وہ بنیادی نکتہ ہے جسے اہلِ علم نے عُجب کی حقیقت میں نمایاں کیا ہے۔ امام غزالی رحمہ اللہ کے بیان کے مطابق عُجب میں انسان نعمت کو بڑا سمجھتا اور اس پر اعتماد کرتا ہے، جبکہ اسے منعمِ حقیقی کی طرف منسوب کرنے سے غافل ہو جاتا ہے۔[19] چنانچہ خود اعتمادی میں صلاحیت کا شعور بنیادی حیثیت رکھتا ہے، جبکہ خود پسندی میں صلاحیت پر باطنی اطمینان اور اس کے سبب اپنے آپ کو بڑا سمجھنا نمایاں ہوتا ہے۔

اسلامی اخلاقیات میں تواضع، انکساری اور اعتدالِ نفس

اسلامی اخلاقیات میں تواضع کو عُجب و کِبر کے مقابل ایک اہم اخلاقی فضیلت قرار دیا گیا ہے۔ تواضع کا مفہوم محض ظاہری انکساری یا اپنے آپ کو کم تر ظاہر کرنا نہیں، بلکہ انسان کا اپنے مقام و مرتبے کے باوجود تکبر، خود پسندی اور دوسروں پر برتری

کے احساس سے اجتناب کرتے ہوئے متوازن طرزِ عمل اختیار کرنا ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:وَمَا تَوَاضَعَ أَحَدٌ لِلَّهِ إِلَّا رَفَعَهُ اللَّهُ[20]،یعنی جو شخص اللہ کے لیے تواضع اختیار کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اسے بلند فرما دیتا ہے۔

تواضع کی اہمیت اس امر سے بھی واضح ہوتی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے منقول ایک وحی میں بندوں کو باہمی تواضع اختیار کرنے کی ہدایت بیان فرمائی، تاکہ نہ کوئی دوسرے پر فخر کرے اور نہ کسی پر زیادتی کرے۔[21] اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلامی تصورِ تواضع فرد کی باطنی اصلاح کے ساتھ ساتھ اجتماعی تعلقات میں تکبر، تفاخر اور تعدی کے خاتمے کا بھی ذریعہ بنتا ہے۔

اسلامی اخلاقی فکر میں تواضع کا مفہوم اعتدال سے وابستہ ہے۔ راغب اصفہانی اور امام غزالی کے مباحث سے واضح ہوتا ہے کہ اخلاقی اعتدال انسان کو ایک طرف کِبر اور استعلاء سے اور دوسری طرف ایسی ذلت و خواری سے محفوظ رکھتا ہے جس میں انسان اپنی جائز قدر و منزلت اور حقوق سے بھی دست بردار ہو جائے۔[22] چنانچہ اسلامی انکساری کا تقاضا یہ نہیں کہ انسان اپنی جائز عزت، شخصیت یا حقوق کو ختم کر دے، بلکہ یہ ہے کہ وہ ان نعمتوں اور فضائل کو اللہ کی عطا سمجھتے ہوئے دوسروں کے مقابلے میں فخر و برتری کا ذریعہ نہ بنائے۔

اسی توازن کی تائید ان نصوص سے بھی ہوتی ہے جن میں مؤمن کے لیے عزت و وقار کا تصور بیان ہوا ہے۔ قرآن مجید مومنوں کے باہمی تعلق میں نرمی اور اہلِ باطل کے مقابلے میں عزت و استقامت کا ذکر کرتے ہوئے فرماتا ہے: ﴿أَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ أَعِزَّةٍ عَلَى الْكَافِرِينَ﴾[23]، جبکہ دوسرے مقام پر فرمایا:﴿وَلِلَّهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُولِهِ وَلِلْمُؤْمِنِينَ﴾[24]۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ تواضع کو بے وقاری یا احساسِ کمتری کے مترادف قرار نہیں دیا جا سکتا؛ بلکہ اسلامی اخلاقیات میں تواضع عزتِ نفس اور دوسروں کے احترام کے ساتھ متوازن رہتی ہے۔

اسی اعتدال کا ایک نمایاں مظہر قرآن مجید نے عباد الرحمن کی صفت کے طور پر بیان کیا ہے :﴿وَعِبَادُ الرَّحْمَٰنِ الَّذِينَ يَمْشُونَ عَلَى الْأَرْضِ هَوْنًا﴾[25]۔ یہاں هَوْنًا انسان کے طرزِ زندگی میں وقار، سکون اور عدمِ تکبر کی کیفیت کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ یوں اسلامی اخلاقیات میں تواضع کا مطلوبہ تصور نہ احساسِ برتری ہے اور نہ احساسِ کمتری، بلکہ ایسا اعتدالِ نفس ہے جس میں انسان اپنی قدر و حقوق سے آگاہ رہتے ہوئے تکبر، تفاخر اور دوسروں کی تحقیر سے محفوظ رہتا ہے۔

اس بنا پر تواضع، انکساری اور اعتدالِ نفس کو باہم مربوط اخلاقی اوصاف کے طور پر سمجھا جا سکتا ہے :تواضع انسان کو کِبر اور استعلاء سے بچاتی ہے، انکساری اس کے رویے میں نرمی اور عدمِ تفاخر پیدا کرتی ہے، جبکہ اعتدالِ نفس اسے ایسی انتہا پسندی سے محفوظ رکھتا ہے جس میں انکساری احساسِ کمتری یا ذلتِ نفس میں تبدیل ہو جائے۔ یہی توازن اسلامی اخلاقی تربیت میں شخصیت کی صحت مند اور متوازن تشکیل کی بنیاد فراہم کرتا ہے۔

عصرِ حاضر میں خود پسندی اور احساسِ برتری کے اسباب

عصرِ حاضر میں خود پسندی (عُجب) اور احساسِ برتری (استعلاء و کبر) کے رجحان کو کسی ایک سبب پر محمول نہیں کیا جا سکتا، بلکہ یہ انسان کی نفسیاتی کیفیتوں، دینی و علمی کمزوریوں، تربیتی و معاشرتی رویوں اور جدید ابلاغی و تہذیبی ماحول کے باہمی تعامل سے تشکیل پاتا ہے۔ اگرچہ عُجب اور کبر باہم متعلق ہیں، تاہم دونوں ایک ہی مفہوم نہیں رکھتے۔ عُجب سے مراد انسان کا اپنی ذات، صفات یا اعمال کو پسند کرنا اور ان پر باطنی طور پر مرعوب ہونا ہے، جبکہ کبر کا نمایاں پہلو یہ ہے کہ انسان اپنے آپ کو دوسروں سے برتر سمجھے، انہیں حقیر جانے اور حق کو قبول کرنے سے گریز کرے۔

معرفتِ الٰہی، خود شناسی اور نعمت کی نسبت میں کمزوری

خود پسندی اور احساسِ برتری کا ایک بنیادی سبب انسان کا اپنی حقیقت، اپنی کمزوری اور اللہ تعالیٰ کی نعمتوں سے غافل ہو جانا ہے۔ جب انسان اپنی صلاحیت، علم، حسن، مال، منصب یا کامیابی کو محض اپنی ذاتی قابلیت اور استحقاق کا نتیجہ سمجھنے لگتا ہے تو نعمت کے حقیقی منعِم سے تعلق کمزور پڑ جاتا ہے اور اس کے نتیجے میں عُجب پیدا ہونے کا امکان بڑھ جاتا ہے۔ قرآنِ مجید نے قارون کے قول کو نقل کیا ہے: ﴿إِنَّمَا أُوتِيتُهُ عَلَىٰ عِلْمٍ عِندِي﴾[26]، یعنی یہ سب کچھ مجھے اس علم کی بنا پر دیا گیا ہے جو میرے پاس ہے۔ یہ طرزِ فکر نعمت کو منعِم حقیقی سے منقطع کر کے اسے اپنی ذات کی طرف منسوب کرنے کی مثال پیش کرتا ہے۔

اسی طرح اپنی کمزوریوں اور خامیوں پر غور نہ کرنا بھی اس مسئلے کو بڑھاتا ہے۔ قرآنِ مجید فرماتا ہے: ﴿فَلَا تُزَكُّوا أَنفُسَكُمْ هُوَ أَعْلَمُ بِمَنِ اتَّقَىٰ﴾[27]، یعنی "اپنے آپ کو پاکیزہ نہ ٹھہراؤ، وہی زیادہ جانتا ہے کہ کون پرہیز گار ہے۔"[3] اس لیے انسان کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنی خوبیوں کے ساتھ اپنی کمزوریوں کو بھی پہچانے اور اپنے بارے میں حد سے زیادہ بلند رائے قائم نہ کرے۔

حبِّ جاہ، شہرت اور کثرتِ مدح

انسان کے اندر عزت، جاہ، منصب اور لوگوں کی نگاہ میں بلند مقام حاصل کرنے کی خواہش بھی خود پسندی اور احساسِ برتری کو تقویت دیتی ہے۔ جب کسی شخص کے لیے یہ بات بہت اہم ہو جائے کہ لوگ اسے کتنا بڑا، قابل یا ممتاز سمجھتے ہیں تو وہ دوسروں کی تعریف کا محتاج ہو جاتا ہے۔ امام محاسبی رحمہ اللہ نے نفس میں عزت کی خواہش کو جاہ اور لوگوں پر اثر و رسوخ حاصل کرنے کی خواہش سے جوڑا ہے۔[28]

اسی ضمن میں کثرتِ مدح اور چاپلوسی بھی قابلِ توجہ ہے۔ امام ماوردی رحمہ اللہ نے عُجب کے اسباب میں متقربین کی کثرتِ مدح اور متملقین کی خوشامد کو نمایاں کیا ہے۔[29] اگر انسان کو ہر وقت تعریف تو ملتی رہے لیکن کوئی اس کی غلطیوں کی نشاندہی نہ کرے تو اس کے لیے اپنی کمزوریوں کو پہچاننا مشکل ہو جاتا ہے۔

علم، عبادت اور نیکی کے ساتھ تزکیۂ نفس کا فقدان

علم، عبادت اور نیکی انسان کے لیے بڑی نعمتیں ہیں، لیکن اگر ان کے ساتھ عاجزی اور اپنی اصلاح کا احساس نہ ہو تو یہی چیزیں خود پسندی کا سبب بن سکتی ہیں۔ بعض اوقات انسان اپنے علم، عبادت، دینی خدمت یا نیکی کو دوسروں سے برتر ہونے کی وجہ سمجھنے لگتا ہے۔ اس طرح وہ جس علم اور عبادت کے ذریعے اپنے اخلاق کو بہتر بنانا چاہتا تھا، وہی چیز اس کے اندر فخر پیدا کرنے لگتی ہے۔ امام غزالی رحمہ اللہ نے اہلِ علم اور عبادت گزاروں میں عُجب کے اس پہلو کی طرف توجہ دلائی ہے۔[30]

اس کیفیت کی ایک نمایاں مثال وہ ذہنیت ہے جس میں انسان اپنے دینی علم یا عمل کو حق کی قبولیت کے بجائے اپنی ذات کی فضیلت کا معیار بنالیتا ہے۔ قرآنِ مجید میں ابلیس کے قول ﴿أَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ﴾[31] کے ذریعے اس طرزِ استدلال کی بنیادی صورت واضح ہوتی ہے، جہاں "میں بہتر ہوں" کا دعویٰ حقیقت اور اطاعت کے بجائے اپنی اصل کو برتری کی بنیاد بناتا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی خوبی کا ہونا کافی نہیں، بلکہ اس خوبی کے ساتھ عاجزی اور حق کو قبول کرنے کا جذبہ بھی ضروری ہے۔[32]

گھریلو تربیت اور تعلیمی ماحول

انسان کی شخصیت کی تشکیل میں خاندانی اور تعلیمی تربیت بنیادی کردار ادا کرتی ہے۔ اگر بچوں کی ہر بات پر ضرورت سے زیادہ تعریف کی جائے، انہیں ہر حال میں دوسروں سے بہتر بننے کا احساس دیا جائے، یا ان کی شخصیت اور کردار کے بجائے صرف نمبر، کامیابی اور مقابلے کو اہم سمجھا جائے تو ان میں دوسروں سے اپنا موازنہ کرنے کی عادت پیدا ہو سکتی ہے۔

اس کے برعکس ایسی تربیت جس میں خود احتسابی، اپنی کمزوریوں کا اعتراف، دوسروں کا احترام، شکر اور تواضع کی تعلیم دی جائے، شخصیت میں اعتدال پیدا کرنے میں معاون ہوتی ہے۔ اسی لیے تربیت کا مسئلہ شخصیت کی تشکیل سے متعلق بنیادی عامل ہے۔

منصب، نسب، حسن اور دیگر دنیوی امتیازات

مال و دولت، خوب صورتی، جسمانی طاقت، اچھا خاندان، اعلیٰ منصب اور سماجی حیثیت انسان کے لیے نعمتیں ہیں، لیکن جب انسان انہیں اپنی برتری کی دلیل سمجھنے لگے تو یہی چیزیں کبر کا سبب بن سکتی ہیں۔ قرآنِ مجید نے انسانی عزت کا اصل معیار واضح کرتے ہوئے فرمایا: ﴿إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ﴾[33]، یعنی بے شک اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں سب سے زیادہ متقی ہے۔

اس قرآنی معیار کی روشنی میں مال، نسب، ظاہری حسن یا منصب بذاتِ خود انسان کی اخلاقی برتری کا معیار نہیں بنتے۔ مسئلہ اس وقت پیدا ہوتا ہے جب یہ امتیازات انسان کے اندر خود اعتمادی سے آگے بڑھ کر دوسروں کو کمتر سمجھنے اور اپنی ذات کو زیادہ مستحق احترام سمجھنے کا احساس پیدا کریں۔ امام غزالی رحمہ اللہ اور دیگر مصنفین نے مال، جاہ، نسب اور ظاہری امتیازات کو عُجب و کبر کے ممکنہ اسباب میں شمار کیا ہے۔[34]

مادیت اور ظاہری کامیابی کا بڑھتا ہوا رجحان

معاصر معاشرے میں بعض اوقات مال، مہنگی اشیا، لباس، گاڑی، گھر، پیشہ اور سماجی مقام کو کامیابی کی علامت سمجھا جاتا ہے۔ اس ماحول میں انسان اپنی قدر کو اپنی دولت اور ظاہری کامیابی سے جوڑنے لگ سکتا ہے۔ نتیجتاً دوسروں سے موازنہ اور اپنی حیثیت دکھانے کی خواہش بڑھ سکتی ہے۔

یہ صورتِ حال اس وقت زیادہ مسئلہ بن جاتی ہے جب انسان نعمت کو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کے بجائے دوسروں پر اپنی برتری ظاہر کرنے کے لیے استعمال کرے۔ اسلامی تعلیمات میں اصل کامیابی کا تعلق انسان کے کردار، تقویٰ اور نیک عمل سے ہے، نہ کہ صرف اس کی ظاہری حیثیت سے۔[35]

ڈیجیٹل ابلاغ اور خود نمائی

ڈیجیٹل اور سوشل میڈیا نے انسان کو اپنی زندگی، کامیابیوں اور پسندیدہ چیزوں کو دوسروں کے سامنے پیش کرنے کے بہت زیادہ مواقع فراہم کیے ہیں۔ لائکس، فالوورز، ویوز اور تبصرے بعض افراد کے لیے تعریف اور مقبولیت کا ذریعہ بن جاتے ہیں۔ اس صورت میں انسان بار بار اپنی ایسی تصویر پیش کرنے کی کوشش کر سکتا ہے جسے دوسرے لوگ پسند کریں۔

مزید یہ کہ لوگ عام طور پر سوشل میڈیا پر اپنی زندگی کے اچھے اور کامیاب پہلو زیادہ دکھاتے ہیں، جبکہ مشکلات اور کمزوریاں کم ظاہر کرتے ہیں۔ اس سے ایک ایسی تصویر سامنے آتی ہے جس میں انسان اپنی اصل زندگی سے زیادہ کامیاب یا خوش نظر آ سکتا ہے۔ اگر انسان اسی تصویر کو اپنی حقیقی شخصیت سمجھنے لگے تو خود پسندی کا رجحان بڑھ سکتا ہے۔

اسی طرح سوشل میڈیا پر انسان کو اکثر اپنی پسند کے مطابق مواد دکھایا جاتا ہے۔ اس سے بعض اوقات مخالف رائے سننے کا موقع کم ہو سکتا ہے اور اپنی رائے پر حد سے زیادہ اعتماد پیدا ہو سکتا ہے۔ تاہم اس پہلو کو کبر کا براہِ راست سبب قرار دینے کے بجائے ایک ایسا ماحول سمجھنا زیادہ مناسب ہے جو بعض افراد میں پہلے سے موجود خود نمائی، تقابل یا اپنی رائے پر اصرار کے رجحان کو بڑھا سکتا ہے۔

فردیت پسند تہذیبی رجحانات اور خود مرکزیت

جدید تہذیبی فکر میں فرد کی خود مختاری، انفرادیت اور ذاتی اظہار کو خاص اہمیت حاصل ہوئی ہے۔ یہ چیزیں اپنی اصل میں قابلِ اعتراض نہیں، لیکن جب انسان اپنی خواہش اور ذات کو ہر چیز پر مقدم سمجھنے لگے اور اپنی ذمہ داری، دوسروں کے

حقوق اور اللہ تعالیٰ کے سامنے جواب دہی کو نظر انداز کرے تو خود پسندی کا رجحان پیدا ہو سکتا ہے۔ جدید مغربی معاشرے میں نرگسیت کے ثقافتی رجحان کا مطالعہ کرنے والے کرسٹوفر لاش نے خود پسندی کو بعض وسیع معاشرتی و ثقافتی تبدیلیوں کے ساتھ مربوط کیا، جبکہ جین ٹوینگے اور ڈبلیو۔ کیتھ کیمبل نے جدید امریکی معاشرے میں نرگسیت کے نفسیاتی و سماجی مظاہر کا تفصیلی جائزہ پیش کیا ہے۔[36]

تاہم اسلامی نقطۂ نظر انسان کو نہ اپنی ذات سے نفرت سکھاتا ہے اور نہ اپنی ذات کو سب سے اہم سمجھنے کی اجازت دیتا ہے، بلکہ اسے اپنی شخصیت کو اللہ تعالیٰ کی بندگی، اخلاق، ذمہ داری اور تواضع کے ساتھ متوازن رکھنے کی تعلیم دیتا ہے۔

خلاصہ: مذکورہ اسباب سے واضح ہوتا ہے کہ عصرِ حاضر میں خود پسندی اور احساسِ برتری کئی عوامل کے مجموعے سے پیدا ہوتے ہیں۔ اپنی حقیقت سے غفلت، اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو اپنی ذات کی طرف منسوب کرنا، جاہ و شہرت کی خواہش، ضرورت سے زیادہ تعریف، علم و عبادت پر فخر، غیر متوازن تربیت، مال و منصب پر غرور، مادیت اور سوشل میڈیا کا ماحول اس رجحان کو مختلف انداز سے تقویت دے سکتے ہیں۔

اس مسئلے کی اصلاح کے لیے صرف ظاہری رویے کو بدلنا کافی نہیں، بلکہ انسان کو اپنی حقیقت پہچاننے، اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر ادا کرنے، اپنی کمزوریوں کا اعتراف کرنے، اپنا محاسبہ کرنے اور دوسروں کا احترام کرنے کی تربیت دینا ضروری ہے۔ اسی طرح تواضع، انکساری اور اعتدالِ نفس ایسی اخلاقی صفات ہیں جو انسان کو اپنی خوبیوں کا احساس رکھنے کے باوجود غرور اور دوسروں کو حقیر سمجھنے سے محفوظ رکھتی ہیں۔[37]

خود پسندی اور احساسِ برتری کے فرد اور معاشرے پر اثرات

خود پسندی (عُجب) اور احساسِ برتری (کِبر) انسان کی باطنی اور اخلاقی زندگی کو متاثر کرنے والی اہم کمزوریاں ہیں۔ یہ دونوں صفات اگرچہ باہم مختلف ہیں، تاہم ایک دوسرے سے گہرا تعلق رکھتی ہیں اور فرد کے کردار کے ساتھ ساتھ معاشرتی تعلقات پر بھی منفی اثر ڈال سکتی ہیں۔

خود پسندی اور احساسِ برتری کے فرد پر اثرات

خود پسندی کا سب سے بڑا نقصان یہ ہے کہ انسان اپنی خوبیوں اور اچھے کاموں کو زیادہ اہم سمجھنے لگتا ہے اور اپنی غلطیوں اور کمزوریوں کو نظر انداز کرنے لگتا ہے۔ اسے محسوس ہوتا ہے کہ وہ دوسروں سے بہتر ہے، اس لیے اسے مزید اصلاح کی زیادہ ضرورت نہیں۔ اس طرح انسان اپنے آپ کو بہتر بنانے اور اپنی غلطیوں کو درست کرنے کی کوشش کم کر دیتا ہے۔ امام غزالی نے بھی عُجب کے بارے میں اس بات کی وضاحت کی ہے کہ انسان اپنے عمل کو بڑا سمجھنے کی وجہ سے اپنی کمزوریوں سے غافل ہو سکتا ہے۔[38]

خود پسندی انسان کو توبہ اور اپنی اصلاح سے بھی دور کر سکتی ہے۔ جب انسان اپنی ذات اور اپنے اعمال سے بہت زیادہ مطمئن ہو جائے تو وہ اپنی غلطیوں کو تسلیم کرنے کے بجائے انہیں معمولی سمجھنے لگتا ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے تکبر کرنے والوں کے بارے میں فرمایا: ﴿سَأَصْرِفُ عَنْ آيَاتِيَ الَّذِينَ يَتَكَبَّرُونَ فِي الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ﴾[39] یعنی میں اپنی آیات (نشانیاں) سے ان لوگوں کو پھیر دوں گا جو زمین میں ناحق تکبر کرتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تکبر انسان کے اندر حق کو سمجھنے اور قبول کرنے کی صلاحیت کو متاثر کر سکتا ہے۔

اسی طرح عُجب اور کِبر انسان کی سوچ کو بھی متاثر کرتے ہیں۔ جو شخص اپنی رائے، علم یا صلاحیت کو بہت زیادہ اہم سمجھتا ہے، وہ دوسروں کی بات سننے اور ان سے مشورہ کرنے میں دلچسپی کم لے سکتا ہے۔ وہ اپنی غلطی ماننے کے بجائے اپنی بات پر قائم رہتا ہے۔ اس طرح اس کی سوچ محدود ہو سکتی ہے اور وہ دوسروں کی اچھی بات سے فائدہ نہیں اٹھا پاتا۔ خود پسندی کے بارے میں منقول ہے: عُجْبُ الْمَرْءِ بِنَفْسِهِ أَحَدُ حُسَّادِ عَقْلِهِ[40]، یعنی انسان کا اپنی ذات پر بہت زیادہ فخر کرنا اس کی عقل کے لیے نقصان دہ ہے۔ احساسِ برتری انسان کو نصیحت قبول کرنے سے بھی روک سکتا ہے۔ جب کسی شخص کو یہ یقین ہو جائے کہ وہ دوسروں سے بہتر اور زیادہ سمجھ دار ہے تو وہ اپنی اصلاح کی بات سننے کے بجائے اسے رد کر سکتا ہے۔ اس کے نتیجے میں اس کی غلطیاں برقرار رہتی ہیں اور اس کی شخصیت میں مزید سختی پیدا ہو سکتی ہے۔

احساسِ برتری انسان کے اخلاقی رویے کو بھی متاثر کرتا ہے۔ جب انسان دوسروں کو اپنے سے کمتر سمجھنے لگتا ہے تو اس کے اندر ان کے لیے احترام اور حسنِ سلوک کم ہو سکتا ہے۔ یہی کیفیت آگے چل کر تحقیر، سخت کلامی، عیب تلاش کرنے اور دوسروں کی عزت کو کم سمجھنے کا سبب بن سکتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے کبر کی حقیقت بیان کرتے ہوئے فرمایا: الْكِبْرُ بَطَرُ الْحَقِّ وَغَمْطُ النَّاسِ[41]، یعنی کبر حق کو ٹھکرانا اور لوگوں کو حقیر سمجھنا ہے۔ اس لیے کِبر صرف دل کی ایک کیفیت نہیں بلکہ اس کے اثرات انسان کے عملی کردار میں بھی ظاہر ہوتے ہیں۔

خود پسندی اور کِبر کا انجام دنیا اور آخرت دونوں کے اعتبار سے نقصان دہ ہو سکتا ہے۔ ایسا شخص لوگوں کے دلوں میں عزت کے بجائے ناپسندیدگی پیدا کر سکتا ہے، جبکہ آخرت کے بارے میں بھی کبر پر سخت وعید آئی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مَنْ كَانَ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ مِنْ كِبْرٍ[42] یعنی جس کے دل میں ذرہ برابر کبر ہو گا وہ جنت میں داخل نہیں ہو گا۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ خود پسندی اور احساسِ برتری کی اصلاح فرد کی اخلاقی اور دینی تربیت کا اہم حصہ ہے۔

خود پسندی اور احساسِ برتری کے معاشرے پر اثرات

خود پسندی اور احساسِ برتری صرف ایک فرد کو متاثر نہیں کرتے بلکہ ان کا اثر دوسرے لوگوں اور پورے معاشرے پر بھی پڑتا ہے۔ جب انسان خود کو دوسروں سے بہتر سمجھتا ہے تو وہ دوسروں کی عزت اور اہمیت کو کم سمجھنے لگتا ہے۔ اس سے لوگوں کے درمیان احترام، محبت اور اچھے تعلقات کمزور ہو سکتے ہیں۔

احساسِ برتری کا ایک نمایاں معاشرتی اثر دوسروں کو حقیر سمجھنا ہے۔ جب کوئی شخص اپنے علم، مال، منصب، خاندان، حسن یا کسی دوسری خوبی کی بنیاد پر خود کو دوسروں سے اعلیٰ سمجھتا ہے تو وہ ان افراد کے ساتھ مساوی انسانی احترام کے بجائے برتری کے رویے سے پیش آ سکتا ہے۔ یہی رویہ معاشرتی تقسیم اور باہمی دوری کو بڑھاتا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے کبر کی تعریف ہی "لوگوں کو حقیر سمجھنا" قرار دی، جس سے اس کے معاشرتی پہلو کی اہمیت واضح ہوتی ہے۔[43]

خود پسندی اور کِبر سے معاشرے میں بغض، حسد اور باہمی نفرت بھی پیدا ہو سکتی ہے۔ جب انسان اپنے آپ کو دوسروں سے زیادہ قابل، کامیاب یا مستحق سمجھتا ہے تو دوسروں کی کامیابی اسے ناگوار گزر سکتی ہے اور اس کے نتیجے میں باہمی تعلقات متاثر ہوتے ہیں۔ بعض اہلِ علم نے عُجب کے نتائج میں بغض کو بھی شمار کیا ہے، کیونکہ اپنی ذات کو ضرورت سے زیادہ اہم سمجھنے والا شخص دوسروں کی خوبیوں اور کامیابیوں کو قبول کرنے میں مشکل محسوس کر سکتا ہے۔[44]

اسی طرح یہ رویے معاشرتی اخوت اور باہمی تعلقات کو کمزور کرتے ہیں۔ اگر فرد دوسروں کی بات سننے، ان کی عزت کرنے اور ان کے مقام کو تسلیم کرنے کے بجائے ہر معاملے میں اپنی برتری ثابت کرنے کی کوشش کرے تو خاندان، تعلیمی اداروں، دینی حلقوں اور دیگر اجتماعی اداروں میں باہمی تعاون متاثر ہو سکتا ہے۔ خود پسندی انسان کو اپنی رائے پر اصرار اور دوسروں کی رائے کو کم اہم سمجھنے کی طرف لے جا سکتی ہے، جس سے مشاورت اور اجتماعی فیصلوں کا مقصد بھی متاثر ہوتا ہے۔[45]

خود پسندی اور احساسِ برتری کے نتیجے میں استہزاء، عیب جوئی اور غیبت جیسے معاشرتی رویے بھی فروغ پا سکتے ہیں۔ دوسروں کو اپنے سے کم تر سمجھنے والا شخص ان کی خامیوں کو نمایاں کرنے، ان کا مذاق اڑانے یا ان کے عیوب بیان کرنے کو معمولی سمجھ سکتا ہے۔ اس طرح ایک فرد کی باطنی کمزوری رفتہ رفتہ معاشرے میں اخلاقی خرابی کا سبب بن سکتی ہے اور لوگوں کے درمیان اعتماد و احترام کو نقصان پہنچا سکتی ہے۔ مزید برآں، جب احساسِ برتری مال، منصب، اختیار یا سماجی طاقت کے ساتھ جمع ہو جائے تو اس کے اثرات زیادہ وسیع ہو سکتے ہیں۔ ایسی صورت میں دوسروں کے حقوق کو کم اہم سمجھنے، اپنی بات منوانے اور کمزور افراد کے ساتھ نامناسب رویہ اختیار کرنے کا رجحان پیدا ہو سکتا ہے۔ اس لیے اسلامی اخلاقیات میں تواضع، عدل، احترامِ انسانیت اور اعتدالِ نفس کو اہمیت دی گئی ہے تاکہ فرد کی صلاحیت اور مقام اسے دوسروں کی تحقیر کا ذریعہ نہ بننے دیں۔[46]

خلاصہ یہ ہے کہ خود پسندی اور احساسِ برتری انسان کو اپنی غلطیوں سے غافل، نصیحت سے دور اور اپنی رائے پر زیادہ اصرار کرنے والا بنا سکتے ہیں، جبکہ معاشرے میں یہ صفات دوسروں کو حقیر سمجھنے، حسد، نفرت، باہمی دوری، عیب جوئی اور تعاون میں کمی کا سبب بن سکتی ہیں۔ اس لیے انسان کو اپنی خوبیوں پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہوئے اپنی کمزوریوں کو بھی دیکھنا چاہیے اور دوسروں کے ساتھ عاجزی، احترام اور اچھے اخلاق سے پیش آنا چاہیے۔

خود پسندی اور احساسِ برتری کا تدارک

خود پسندی اور احساسِ برتری انسان کے اندر پیدا ہونے والی ایسی اخلاقی خرابیاں ہیں جو اس کے کردار اور دوسروں کے ساتھ تعلقات کو متاثر کرتی ہیں۔ خود پسندی سے مراد یہ ہے کہ انسان اپنی خوبی، علم، عبادت، صلاحیت یا کامیابی کو بہت زیادہ اہم سمجھے، جبکہ احساسِ برتری میں انسان خود کو دوسروں سے بہتر سمجھنے لگتا ہے اور دوسروں کو کم تر جانتا ہے۔ ان دونوں بیماریوں سے بچنے کے لیے انسان کو اپنے رب کی نعمتوں کو پہچاننے، اپنی حقیقت کو سمجھنے، اپنے اعمال کا جائزہ لینے اور دوسروں کے ساتھ عاجزی سے پیش آنے کی ضرورت ہے۔

خود پسندی اور احساسِ برتری کا فردی تدارک

خود پسندی کا بنیادی علاج یہ ہے کہ انسان اپنی خوبیوں اور کامیابیوں کو صرف اپنی محنت کا نتیجہ نہ سمجھے بلکہ انہیں اللہ تعالیٰ کی نعمت اور توفیق سمجھے۔ انسان کے پاس جو علم، عقل، صحت، خوبصورتی، مال، صلاحیت یا نیک عمل ہے، وہ اللہ تعالیٰ کی عطا ہے۔ اس لیے ان نعمتوں پر فخر کرنے کے بجائے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہیے۔ انسان کو یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ اگر اللہ تعالیٰ کی مدد شامل نہ ہو تو وہ اپنی بہت سی صلاحیتوں سے بھی فائدہ نہیں اٹھا سکتا۔[47]

انسان اگر اپنی اصل حقیقت پر غور کرے تو خود پسندی کم ہو سکتی ہے۔ قرآن مجید انسان کو اس کی پیدائش اور انجام یاد دلاتا ہے کہ اسے ایک معمولی چیز سے پیدا کیا گیا، پھر اس کے لیے زندگی کا راستہ آسان کیا گیا، اور آخر کار اسے موت آتی ہے اور قبر میں پہنچنا ہے۔[48] اس حقیقت کو سامنے رکھتے ہوئے انسان کو اپنی خوبصورتی، طاقت، علم اور مقام پر غرور نہیں کرنا چاہیے، کیونکہ یہ سب چیزیں ہمیشہ باقی نہیں رہتیں۔ صحت بیماری میں بدل سکتی ہے، طاقت کم ہو سکتی ہے، مال ختم ہو سکتا ہے اور انسان کی زندگی بھی ایک دن ختم ہو جاتی ہے۔[49]

اسی طرح انسان کو اپنے نفس کا جائزہ لیتے رہنا چاہیے۔ اسے یہ دیکھنا چاہیے کہ کہیں وہ اپنے علم، عبادت یا کسی دوسری خوبی کی وجہ سے خود کو دوسروں سے بہتر تو نہیں سمجھنے لگا۔ اپنے اعمال کو بہت بڑا سمجھنے کے بجائے ان میں موجود کمیوں کو تلاش کرنا اور اپنی اصلاح کی کوشش کرنا ضروری ہے۔ انسان کو یہ نہیں سمجھنا چاہیے کہ وہ مکمل طور پر درست ہے، بلکہ اسے اپنی غلطیوں کو قبول کرنا اور ان سے سیکھنا چاہیے۔[50]

خود پسندی اور کبر کے علاج میں عاجزی بھی بہت اہم ہے۔ انسان کو دوسروں کے ساتھ نرمی سے پیش آنا، ان کی بات سننا اور حق بات قبول کرنا چاہیے۔ اگر کوئی شخص اس کی غلطی کی نشاندہی کرے تو اسے برا ماننے کے بجائے اپنی اصلاح کرنی چاہیے۔ دوسروں سے مشورہ کرنا اور اپنی رائے کو ہمیشہ درست نہ سمجھنا بھی خود پسندی سے بچنے کا ایک اہم ذریعہ ہے۔[51]

انسان کو اپنے دل کی پاکیزگی کے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا بھی کرنی چاہیے۔ رسول اللہ ﷺ نے دعا فرمائی:

اللَّهُمَّ آتِ نَفْسِي تَقْوَاهَا، وَزَكِّهَا أَنْتَ خَيْرُ مَنْ زَكَّاهَا، أَنْتَ وَلِيُّهَا وَمَوْلَاهَا۔[52] یعنی: اے اللہ! میرے نفس کو تقویٰ عطا فرما اور اسے پاک کر، تو ہی اسے سب سے بہتر پاک کرنے والا ہے، تو ہی اس کا مالک اور مددگار ہے۔ اس دعا سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ انسان کو اپنے نفس کی اصلاح کے لیے اللہ تعالیٰ سے مدد مانگنی چاہیے۔

خود پسندی اور احساسِ برتری کا معاشرتی تدارک

خود پسندی اور احساسِ برتری کا اثر صرف انسان کی اپنی ذات تک محدود نہیں رہتا بلکہ اس کے معاشرتی تعلقات کو بھی متاثر کرتا ہے۔ جو شخص دوسروں کو اپنے سے کم تر سمجھتا ہے، وہ ان کی عزت نہیں کرتا اور ان کی بات سننے سے بھی گریز کرتا ہے۔ اس لیے معاشرے میں ان بیماریوں کے خاتمے کے لیے ہر انسان کو دوسرے لوگوں کی عزت اور قدر کرنا چاہیے۔

رسول اللہ ﷺ نے کبر کی حقیقت بیان کرتے ہوئے فرمایا:

الْكِبْرُ بَطَرُ الْحَقِّ وَغَمْطُ النَّاسِ، یعنی کبر یہ ہے کہ انسان حق بات کو قبول نہ کرے اور لوگوں کو حقیر سمجھے۔[53] اس حدیث کی روشنی میں معلوم ہوتا ہے کہ تکبر سے بچنے کے لیے صرف ظاہری عاجزی کافی نہیں، بلکہ انسان کو حق بات قبول کرنے اور دوسروں کی عزت کرنے کی عادت بھی پیدا کرنی چاہیے۔

معاشرتی زندگی میں دوسروں کی خوبیوں کو تسلیم کرنا بھی ضروری ہے۔ ہر انسان میں کوئی نہ کوئی خوبی موجود ہوتی ہے۔ کسی کے علم، مال، عہدے، خاندان یا صلاحیت کی وجہ سے اسے دوسروں سے بہتر سمجھنا درست نہیں۔ انسان کو چاہیے کہ وہ دوسروں کی خوبیوں کی قدر کرے اور ان سے فائدہ حاصل کرے۔

اسی طرح مشورہ، تعاون اور خدمتِ خلق بھی خود پسندی اور کبر کو کم کرنے میں مدد دیتے ہیں۔ دوسروں کی مدد کرنا، ضرورت مندوں کے کام آنا اور لوگوں کے ساتھ نرمی سے پیش آنا انسان کے اندر عاجزی پیدا کرتا ہے۔[54] جب انسان دوسروں کو اہمیت دیتا ہے اور ان کے ساتھ اچھا سلوک کرتا ہے تو اس کے اندر خود کو بڑا سمجھنے کی کیفیت کم ہوتی ہے۔

لہٰذا خود پسندی اور احساسِ برتری کا علاج صرف زبان سے عاجزی اختیار کرنے کا نام نہیں بلکہ سوچ، عمل اور معاشرتی رویے میں تبدیلی کا تقاضا کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو اپنی طرف سے نہیں بلکہ اس کی عطا سمجھنا، اپنی حقیقت کو یاد رکھنا، اپنے اعمال کا جائزہ لینا، حق بات قبول کرنا، دوسروں کی عزت کرنا اور خدمتِ خلق کو اختیار کرنا ان اخلاقی بیماریوں سے بچنے کے اہم طریقے ہیں۔

نتائج

- خود پسندی اور احساسِ برتری الگ لیکن باہم مربوط اخلاقی رویے ہیں۔ خود پسندی میں انسان اپنی خوبیوں، علم، عبادت یا کامیابی کو حد سے زیادہ اہم سمجھتا ہے، جبکہ احساسِ برتری میں وہ خود کو دوسروں سے بہتر اور انہیں کم تر سمجھنے لگتا ہے۔
- خود اعتمادی اور خود پسندی میں بنیادی فرق موجود ہے۔ مناسب خود اعتمادی انسان کو اپنی صلاحیتوں کے مثبت استعمال میں مدد دیتی ہے، جبکہ خود پسندی انسان کو اپنی خوبیوں پر غیر ضروری فخر اور اپنی خامیوں سے غفلت کی طرف لے جا سکتی ہے۔
- اللہ تعالیٰ کی معرفت اور نعمتوں کی صحیح نسبت اخلاقی اصلاح میں بنیادی کردار رکھتی ہے۔ جب انسان اپنی صلاحیتوں اور کامیابیوں کو اللہ تعالیٰ کی عطا سمجھتا ہے تو اس کے اندر شکر اور عاجزی پیدا ہوتی ہے اور خود پسندی کے امکانات کم ہوتے ہیں۔
- خود پسندی اور احساسِ برتری کے اسباب صرف فرد کی ذات تک محدود نہیں۔ گھریلو تربیت، تعلیمی ماحول، شہرت کی خواہش، کثرتِ تعریف، مادی کامیابی، منصب، نسب، حسن اور سماجی مقام جیسے عوامل بھی ان رویوں کے پیدا ہونے میں کردار ادا کر سکتے ہیں۔
- ڈیجیٹل ابلاغ نے خود نمائی کے امکانات میں اضافہ کیا ہے۔ اپنی کامیابیوں، ظاہری حیثیت اور طرزِ زندگی کو مسلسل دوسروں کے سامنے پیش کرنے کا رجحان بعض صورتوں میں انسان کے اندر دوسروں سے تقابل اور اپنی برتری کے احساس کو بڑھا سکتا ہے۔
- خود پسندی فرد کی اخلاقی اصلاح میں رکاوٹ بن سکتی ہے۔ ایسا شخص اپنی کمزوریوں کو نظر انداز، اپنی رائے کو درست اور دوسروں کی نصیحت کو غیر اہم سمجھنے لگ سکتا ہے، جس سے اس کی شخصیت کی اصلاح کا عمل متاثر ہوتا ہے۔
- احساسِ برتری معاشرتی تعلقات کو متاثر کرتا ہے۔ دوسروں کو کم تر سمجھنا، ان کی رائے کو اہمیت نہ دینا، تحقیر اور عدمِ احترام جیسے رویے باہمی اعتماد، تعاون اور اچھے تعلقات کو کمزور کر سکتے ہیں۔
- اسلامی اخلاقیات میں تواضع اور اعتدالِ نفس بنیادی علاج ہیں۔ اپنی حقیقت کو سمجھنا، اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر ادا کرنا، اپنے اعمال کا جائزہ لینا، حق بات قبول کرنا اور دوسروں کا احترام کرنا خود پسندی اور احساسِ برتری کے تدارک میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔

- تدارک صرف نظری تعلیم سے نہیں بلکہ عملی تربیت سے بھی وابستہ ہے۔ محاسبۂ نفس، عاجزی، خدمتِ خلق، مشاورت، دوسروں کی خوبیوں کا اعتراف اور اللہ تعالیٰ سے اصلاحِ نفس کی دعا ایسے عملی طریقے ہیں جو اخلاقی اصلاح میں مدد دیتے ہیں۔

سفارشات

- گھریلو تربیت میں عاجزی اور احترامِ انسانیت کو اہمیت دی جائے تاکہ بچوں میں دوسروں کو کم تر سمجھنے کے بجائے ان کی عزت کرنے کی عادت پیدا ہو۔
- تعلیمی اداروں میں اخلاقی تربیت کو محض نظری تعلیم تک محدود نہ رکھا جائے بلکہ طلبہ میں خود احتسابی، تعاون، برداشت، مشاورت اور خدمتِ خلق کے عملی رویوں کو فروغ دیا جائے۔
- دینی تعلیم کے ساتھ تزکیۂ نفس اور عملی اخلاق پر توجہ دی جائے تاکہ علم اور عبادت انسان میں عاجزی، شکر اور اچھے کردار کا سبب بنیں۔
- ڈیجیٹل ذرائعِ ابلاغ کے استعمال میں اعتدال اختیار کیا جائے۔ اپنی کامیابیوں اور صلاحیتوں کے اظہار کے ساتھ دوسروں سے غیر ضروری تقابل، مسلسل خود نمائی اور تعریف حاصل کرنے کی خواہش سے بچنے کی تربیت دی جائے۔
- معاشرے میں کامیابی کے معیار کو صرف مال، منصب، شہرت اور ظاہری حیثیت تک محدود نہ کیا جائے۔ کردار، علم، خدمت، دیانت اور دوسروں کے احترام کو بھی کامیابی کا اہم حصہ سمجھا جائے۔
- فرد کو مستقل محاسبۂ نفس کی عادت اپنانے کی ترغیب دی جائے۔ انسان وقتاً فوقتاً یہ جائزہ لے کہ اس کے اندر اپنی ذات کے بارے میں غیر ضروری فخر، دوسروں کو کم تر سمجھنے یا نصیحت قبول نہ کرنے کا رجحان تو پیدا نہیں ہو رہا۔
- علماء، اساتذہ اور تربیتی ادارے تواضع اور اعتدالِ نفس کو عملی نمونے کے ساتھ پیش کریں تاکہ اخلاقی تعلیم صرف گفتار تک محدود نہ رہے بلکہ افراد کے کردار میں بھی ظاہر ہو۔

مصادر و مراجع

- قرآن مجید۔
- ابن حمید، صالح بن عبد اللہ، وعبد الرحمن بن محمد بن ملوح، إشراف۔ موسوعة نضرة النعيم في مكارم أخلاق الرسول الكريم ﷺ۔ الطبعة 4۔ جدة: دار الوسيلة للنشر والتوزيع، 1418ھ-/1998م
- ابن قدامة المقدسي، أحمد بن عبد الرحمن۔ مختصر منهاج القاصدين۔ تحقيق شعيب الأرناؤوط وعبد القادر الأرناؤوط۔ دمشق: مكتبة دار البيان، 1398ھ-/1978م
- ابن منظور، محمد بن مکرم۔ لسان العرب۔ بیروت: دار صادر، 1414ھ۔
- أبو داود، سليمان بن الأشعث۔ سنن أبي داود۔ الرياض: دار السلام، 1999ء۔
- الأصفهاني، الراغب۔ الذريعة إلى مكارم الشريعة۔ فصل: التواضع والكبر۔
- البُرهامي، ياسر۔ القصص القرآني۔ دروس صوتية۔
- الجرجاني، علي بن محمد۔ التعريفات۔ بیروت: دار الكتب العلمية، 1983ء۔
- الذهبي، محمد بن أحمد۔ سير أعلام النبلاء۔ بیروت: مؤسسة الرسالة، 1985ء۔
- سیفی، ڈاکٹر محمد سرفراز محمدی سیفی ۔ الأربعين في أمراض الطبيعة والوقاية منها۔ اسلام آباد: خانقاہ و جامعہ محمدیہ سیفیہ، اشاعت دوم، مارچ 2025ء۔
- العيد، عبد الله بن عبد العزيز۔ أثر أعمال القلوب على الداعية والدعوة۔ طبع اول۔ الرياض: دار ابن الجوزي، 1439ھ۔
- الغزالي، أبو حامد محمد بن محمد الطوسي۔ إحياء علوم الدين۔ بیروت: دار المعرفة، د.ت۔
- القرطبي، أبو العباس أحمد بن عمر۔ المفهم لما أشكل من تلخيص كتاب مسلم۔ دمشق: دار ابن كثير، 1996ء۔
- الماوردي، أبو الحسن۔ أدب الدنيا والدين۔ القاهرة: مطبعة مصطفى البابي الحلبي۔
- المحاسبي، أبو عبد الله الحارث بن أسد۔ آداب النفوس۔ تحقيق: عبد القادر أحمد عطا۔ بیروت: دار الجيل۔
- المحاسبي، أبو عبد الله الحارث بن أسد۔ الرعاية لحقوق الله۔ بیروت: دار الكتب العلمية، د.ت۔
- مسلم بن الحجاج۔ صحیح مسلم۔ کراچی: مکتبہ بشری، 2017ء۔
- موسوعة الأخلاق الإسلامية۔ إعداد نخبة من الباحثين۔
- الهلالي، مجدي۔ التوازن التربوي وأهميته لكل مسلم۔ القاهرة: دار التوزيع والنشر الإسلامية۔

- Lasch, Christopher. The Culture of Narcissism: American Life in an Age of Diminishing Expectations. New York: W. W. Norton, 1979.
- Twenge, Jean M., and W. Keith Campbell. The Narcissism Epidemic: Living in the Age of Entitlement. New York: Free Press, 2009.

1

[2] محمد بن مکرم ابن منظور، لسان العرب، جلد1(بیروت: دار صادر، 1414ھ)، 582، مادہ: "عجب"۔

[3] ابو حامد محمد بن محمد الغزالی، احیاء علوم الدین، جلد3(بیروت: دار المعرفۃ، د.ت.)، 371۔

[4] علی بن محمد الجرجانی، التعریفات (بیروت: دار الکتب العلمیۃ، 1983ء)، 147۔

[5] محمد بن احمد الذہبی، سیر أعلام النبلاء، جلد8(بیروت: مؤسسۃ الرسالۃ، 1985ء)، 407۔

[6] ابو العباس احمد بن عمر القرطبی، المفہم لما أشکل من تلخیص کتاب مسلم، جلد5(دمشق: دار ابن کثیر، 1996ء)، 406۔

[7] الحارث بن اسد المحاسبی، الرعایۃ لحقوق اللہ (بیروت: دار الکتب العلمیۃ، د.ت.)، 420۔

[8] ڈاکٹر محمد سرفراز محمدی سیفی، الأربعین فی أمراض الطبیعۃ والوقایۃ منھا (اسلام آباد: خانقاہ وجامعہ محمدیہ سیفیہ، اشاعت دوم مارچ 2025ء)، ص:77۔

[9] سورۃ انساء، 79:04

[10] ڈاکٹر محمد سرفراز محمدی سیفی، الأربعین فی أمراض الطبیعۃ والوقایۃ منھا، ص:77۔

[11] عبد اللہ بن عبد العزیز العید، أثر أعمال القلوب علی الداعیۃ والدعوۃ، ط.1(الریاض: دار ابن الجوزي، 1439ھ)، ج1، ص650؛ أبو حامد محمد بن محمد الطوسي الغزالي، إحیاء علوم الدین (بیروت: دار المعرفۃ)، ج3، ص344۔

[12] العید، أثر أعمال القلوب علی الداعیۃ والدعوۃ، ج1، ص650؛ الغزالي، إحیاء علوم الدین، ج3، ص344۔

[13] العید، أثر أعمال القلوب علی الداعیۃ والدعوۃ، ج1، ص650۔

[14] أبو عبد اللہ الحارث بن أسد المحاسبي، آداب النفوس، تحقیق عبد القادر أحمد عطا (بیروت: دار الجیل)، ص104، 111۔

[15] مجدي الھلالي، *التوازن التربوي وأھمیتہ لکل مسلم* (القاھرۃ: دار التوزیع والنشر الإسلامیۃ)، ص188۔

[16] یاسر برھامي، القصص القرآني، دروس صوتیۃ۔

[17] أبو الحسن الماوردي، أدب الدنیا والدین (القاھرۃ: مطبعۃ مصطفی البابي الحلبي)، صفحہ 306؛ نیز دیکھئے: صالح بن عبد اللہ بن حمید وعبد الرحمن بن محمد بن ملوح، إشراف، موسوعۃ نضرۃ النعیم في مکارم أخلاق الرسول الکریم ﷺ (جدۃ: دار الوسیلۃ للنشر والتوزیع، 1418ھ)، ج7، ص 2984۔

[18] سورۃ یوسف 55:12۔

[19] ابو حامد محمد بن محمد الغزالی، احیاء علوم الدین، 3:371۔

[20] مسلم بن الحجاج، صحیح مسلم، کتاب البر والصلۃ (کراچی: مکتبۃ بشری، 2017م)، حدیث 2588۔

[21] أبو داود، سليمان بن الأشعث، سنن أبي داود (الرياض: دار السلام، 1999)، كتاب الأدب، حديث 4895؛ نيز مسلم، صحيح مسلم، كتاب الجنة، حديث 2865۔

[22] الراغب الأصفهاني، الذريعة إلى مكارم الشريعة، فصل التواضع والكبر؛ أبو حامد الغزالي، إحياء علوم الدين، كتاب 29۔

[23] سورۃ المائدہ، 54:5

[24] سورۃ المنافقون، 8:63

[25] سورۃ الفرقان، 63:25

[26] سورۃ القصص 78:28۔

[27] سورۃ النجم 53: 32۔

[28] المحاسبي، . آداب النفوس، ص104۔

[29] الماوردي،، أدب الدنيا والدين، ص 251۔

[30] الغزالي، إحياء علوم الدين، ج3، ص348، 370۔

[31] سورۃ الأعراف 12:7۔

[32] ڈاکٹر محمد سرفراز محمدی سیفی، الأربعین فی أمراض الطبیعۃ والوقایۃ منھا، ص:56۔

[33] سورۃ الحجرات 13:49۔

[34] الغزالي، إحياء علوم الدين، ج3؛ اور دیکھئے: أحمد بن عبد الرحمن ابن قدامة المقدسي، مختصر منهاج القاصدين، تح۔ شعيب الأرناؤوط وعبد القادر الأرناؤوط (دمشق: مكتبة دار البيان)، ص229۔

[35] موسوعة نضرة النعيم في مكارم أخلاق الرسول الكريم ﷺ، ج11، ص5355–5356۔

[36] Lasch, Christopher. The Culture of Narcissism: American Life in an Age of Diminishing Expectations. New York: W. W. Norton, 1979; Twenge, Jean M., and W. Keith Campbell. The Narcissism Epidemic: Living in the Age of Entitlement. New York: Free Press, 2009.

[37] دیکھئے: ڈاکٹر محمد سرفراز محمدی سیفی، الأربعین فی أمراض الطبیعۃ والوقایۃ منھا، 51–59 اور 77–80۔

[38] الغزالي، إحياء علوم الدين، ج3، ص370–371۔

[39] سورۃ الأعراف، 146:7۔

[40] العيد، أثر أعمال القلوب على الداعية والدعوة، ج1، ص650–651۔

[41] مسلم بن الحجاج، صحیح مسلم، کتاب الإیمان، باب تحریم الکبر وبیانہ، حدیث رقم 91۔

[42] ایضاً۔

[43] ایضاً۔

[44] العيد، أثر أعمال القلوب على الداعية والدعوة، ج1، ص655۔

[45] الماوردي، أدب الدنيا والدين، ص99، 251۔

[46] ڈاکٹر محمد سرفراز محمدی سیفی، الأربعین فی أمراض الطبیعۃ والوقایۃ منھا، ص:78۔

[47] ایضاً، ص:79۔

[48] دیکھئے: سورۃ عبس، 80:17–21۔

[49] موسوعۃ نضرۃ النعیم في مکارم أخلاق الرسول الکریم ﷺ، ج5، ص1856؛ ج11، ص5357۔

[50] الغزالي، إحیاء علوم الدین، ج3، ص367؛ مختصر منھاج القاصدین، ص232۔

[51] مختصر منھاج القاصدین، ص236؛ موسوعۃ الأخلاق الإسلامیۃ (إعداد نخبۃ من الباحثین)، ج2، ص192۔

[52] مسلم بن الحجاج، صحیح مسلم، کتاب الذکر والدعاء والتوبۃ والاستغفار، حدیث رقم 2722۔

[53] مسلم بن الحجاج، صحیح مسلم، کتاب الإیمان، باب تحریم الکبر وبیانہ، حدیث رقم 91۔

[54] الماوردي، أدب الدنیا والدین، ص99، 251۔